مشاہدات۔1244

ابو سعید حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت تربیت

وقت 5-7 منٹ

سُستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ۔ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَھْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَھْرِهٖ۔ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا۔ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا۔ اِنَّهٗ کَانَ فِیْٓ اَھْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَا۔ بَلٰٓی اِنَّ رَبَّهٗ کَانَ بِهٖ بَصِیْرًا۔ (الانشقاق:7-14)

اے انسان! تُو اپنے رب کی طرف پورا زور لگا کر جانے والا ہے (اور) پھر اس سے ملنے والا ہے۔ پس جس کے داہنے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ تو اس سے جلد ہی آسان حساب لے لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے اہل کی طرف خوش خوش لوٹے گا۔ اور جس کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اُس کا اعمالنامہ دیا جائے گا۔ وہ جلد ہی اپنے منہ سے (اپنی) ہلاکت کو بلائے گا۔ اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا۔ وہ اپنے اہل و عیال میں خوب خوش رہا کرتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ اپریل 1936ء میں احبابِ جماعت کو "سُستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو" کے عنوان سے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ آج کی تقریر میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ خلاصہ پیش کرنے سے قبل اُس منظوم کلام کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے جس کا یہ مصرع ہے جو آج کی تقریر کا موضوع سخن ہے۔ جماعتِ احمدیہ میں تنظیموں کے بانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک منظوم کلام میں نَونہالانِ جماعت کو مخاطب کیا ہے۔ آپؓ اپنے منظوم کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا ہے:

نَونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تا کہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

اس 32 اشعار پر مشتمل منظوم کلام میں حضور نے اپنے روحانی بچوں کو مخاطب ہو کر درد بھرے دل کے ساتھ بعض قیمتی نصائح اور ہدایات فرمائی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

اس نظم میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے گو نونہالان کو مخاطب فرمایا ہے مگر اِس نظم کا مخاطب جماعت احمدیہ کا ہر فرد بھی ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ خلیفہ وقت تو جماعت کے لئے روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہم سب اُس کی روحانی اولاد اور بیٹے بیٹیوں کے زُمرے میں آتے ہیں۔ حضور اس شعر میں فرما رہے ہیں کہ ہر انسان نے اس دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جب ہم اس دنیا کو خیر باد کہہ رہے ہوں گے تو آپ ہی اس جماعت کی باگ ڈور سنبھالیں گے اس لئے سُستیاں ترک کر کے محنت کی عادت ڈالیں۔ تا کہ آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو۔

سامعین! آئیں! اب حضور رضی اللہ عنہ نے "سُستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو" کے حوالے سے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اُس کا خلاصہ پیش ہے۔ آپ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"دنیا کی اصلاح کوئی ایسی معمولی بات نہیں کہ بغیر خاص توجّہ اور خاص تدابیر کے پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے مگر عجیب بات یہ ہے کہ انسان ہر چیز کے لئے کسی توجّہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے مگر نہیں کرتا تو بنی نوع انسان کی اصلاح کی طرف توجّہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور اس طرح جو سب سے قیمتی چیز ہے وہ سب سے زیادہ نظر انداز کی جاتی ہے۔ زمیندار اپنی بھینس یا گھوڑی کی خوب خبر گیری کرتا ہے۔ اپنی تھوڑی سی زمین کی نگہداشت کے لئے کافی وقت صرف کرتا ہے لیکن اس کا بیٹا جو اس کی سب سے زیادہ قیمتی جائیداد ہے اس پر وہ ایک منٹ بھی صَرف نہیں کرتا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسانی حیثیت کو لوگ نہیں سمجھتے۔ سب چیزوں کی درستی کے لئے لوگ کوشش کریں گے، مالوں کی درستی کے لئے کوشش کریں گے، صنعت و حرفت کی درستی کے لئے کوشش کریں گے، تجارت کی درستی کے لئے کوشش کریں گے، زراعت کی درستی کے لئے کوشش کریں گے لیکن قومی اخلاق کی درستی کے لئے کوشش نہیں کریں گے۔ تمام دنیا میں یہ مرض پھیلا ہوا ہے یہی حالت ان ممالک کی بھی ہے جو آج کل ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں۔ کیا انگلستان، کیا فرانس، کیا جرمنی اور کیا امریکہ سب کے نزدیک انسانوں کی اخلاقی حالت خواہ کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو انہیں اس کی چنداں پرواہ نہیں ہوگی لیکن جسمانی حالت گرنے کی انہیں فوراً فکر شروع ہو جائے گی۔ اگر ان کے ملک کے سکّہ کی قیمت گرتی ہے تو وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن اگر ان کے نوجوانوں کے اخلاق گر جائیں تو اس کی انہیں پرواہ نہیں ہوتی۔ پس یہ لوگ قومی اخلاق کی طرف توجہ کرنے کی بجائے مال و دولت کے بڑھانے کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی تمام تر کوششیں ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا (الکہف:105) کا مصداق بن کر رہ جاتی ہیں۔ ان کی ساری کوششیں دنیا کے معاملات میں ہی صَرف ہو جاتی ہیں۔ دین کے معاملات میں خرچ نہیں ہوتیں۔ مگر ایک اَور گروہ بھی ہے۔ جس کی کوششیں کہیں بھی خرچ نہیں ہوتیں گویا وہ نکمّے وجود ہوتے ہیں جن میں ایشیائیوں کی زیادہ تر حالت ایسی ہی ہے۔ یورپ کے لوگوں کی ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا۔ کی طرح تمام تر کوششیں دنیا پر صَرف ہو جاتی ہیں لیکن ایشیائیوں کا ننانوے فیصدی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ حصّہ ایسا ہے جس کی کوششیں کہیں بھی خرچ نہیں ہوتیں وہ صرف آرام کرنا جانتے ہیں اور کام سے اتنا گھبراتے ہیں گویا موت ہے اور ان کی پوری کوشش اس امر پر صَرف ہوتی ہے کہ کسی طرح کام سے چھوٹ سکیں اور پھر اگر کوئی کام ان کے سپرد کیا جائے تو وہ کبھی اُسے وقت پر پورا نہیں کریں گے اور نہ یہ کوشش کریں گے کہ اس کام میں ترقی ہو حالانکہ انسانی پیدائش اس دنیا میں ہے ہی اسی لئے کہ وہ محنت کریں۔ تقریر کے آغاز پر پڑھی جانے والی آیات کا سارا مضمون محنت کرنے پر مشتمل ہے اَور کہا گیا ہے کہ اے انسان! تجھے اپنے ربّ تک پہنچنے کے لئے کَدۡح کرنی پڑے گی۔

کَدۡح کے معنی ہیں شدید محنت کے۔ ایسی محنت جس سے انسان کا جسم کمزور ہونا شروع ہو جائے۔ جسے ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ ہڈیاں گھل گئیں۔ یہ حالت جب انسان کی ہو جائے تو اس کے متعلق کہیں گے اس نے کَدۡح کی۔ کَدۡح کے اصلی معنی کسی چیز کا اندر داخل ہو جانا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کَدَحَ رَأۡسَهٗ بِالۡمُشۡطِ اس نے کنگھی کے ساتھ اپنے بالوں کو درست کیا۔ چونکہ کنگھی انسان کے بالوں میں داخل ہو جاتی ہے اس لئے اس کے متعلق کَدۡح کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اسی طرح کہتے ہیں کَدَحَ وَجۡهَهٗ اس نے منہ پر ناخن مارے اور وہ ناخن جلد کے اندر گھس گئے تو کَدۡح اس محنت کو کہتے ہیں جس کا اثر جسم سے اُتر کر انسان کے اندر چلا جاتا ہے اور محنت شاقّہ کی وجہ سے اس کی ہڈیاں گھلنے لگ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان! تجھے اتنی محنت کرنی پڑے گی اتنی محنت کرنی پڑے گی کہ اس محنت کی وجہ سے تیری ہڈیاں گھل جائیں تب کہیں تیرے ربّ کی ملاقات تجھے نصیب ہوگی پھر جب ایسا انسان وہاں پہنچے گا تو اس بات کی علامت کے لئے کہ اس کی کَدۡح سچی تھی اور اس کی محنت پوری اُتری۔ خدا تعالیٰ اس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے گا۔ دائیں ہاتھ سے مراد کام کرنے والا ہاتھ ہے۔

دنیا کا اکثر حصہ چاہے وہ مسلمان ہو یا نہ ہو دائیں ہاتھ سے کام کرتا ہے بعض لوگ بے شک لیفٹ ہینڈڈ یعنی بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں مگر وہ نہایت قلیل ہوتے ہیں اکثر دائیں ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔ اسلام نے تو دائیں ہاتھ سے کام کرنے کو مذہب کا جزو قرار دیا ہے۔ پس دایاں ہاتھ عمل پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ وہ عملی لوگ ہوں گے اور محنت اور کوشش سے کام کرنے والے ہوں گے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے گا مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے دنیا میں کوئی عمل نہ کیا ہوگا اور ان کی یہ عادت ہوگی کہ جب ان کے سامنے کوئی کام آیا انہوں نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ جیسا کہ کہتے ہیں آج کا کام کل پر ڈال دینا۔ دنیا میں یہ عام دستور ہے کہ جو کام انسان نے کرنا ہو اسے اپنے سامنے رکھ لیتا ہے مگر جو نہ کرنا ہو اسے ایک طرف کر دیتا ہے اس کے مطابق چونکہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے پاس جب کام آتا تو وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیتے اور اس طرح ان کی پیٹھوں کے پیچھے کاموں کا ایک ذخیرہ جمع رہتا اس لئے ان کے متعلق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چونکہ وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے کام رکھنے کے عادی تھے اس لئے ان کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے رکھا جائے گا۔ اس وقت یہ شور مچانے لگ جائے گا کہ مَیں تو مارا گیا۔ یہ سُست اور کاہل آدمی کی مثال ہے کہ وہ بجائے کام کو اپنے سامنے رکھنے اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرنے کے ہمیشہ اسے تاخیر میں ڈالتا اور اسے بھلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن دیانت دار اور مؤمن انسان ہمیشہ اُسے سامنے رکھتا اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ کام میں سُستی دکھلانے والے کا اعمال نامہ ایسا گندہ ہوگا کہ وہ اسے دیکھنے کے لئے قوتِ برداشت اپنے اندر نہ رکھے گا اور اسی لئے اسے پیٹھ کے پیچھے رکھا جائے گا۔ اس لئے مَیں نے متواتر جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ سستی اور غفلت بہت بڑی لعنت ہے اور ہمیں اس لعنت کو بہت جلد اپنے آپ سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر ہم اس کو دُور نہیں کرسکتے تو ہمیں کم از کم اپنی اولادوں سے تو اس کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو ایشیا میں ہی پیدا ہوئے ہیں جن کی زندگی بہت محنتی زندگی تھی تو ہمیں اس میں محنت کا ایسا اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے کہ اُسے دیکھ کر حیرت آجاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بیسیوں کام ہمیں ایک جگہ اکٹھے نظر آتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معلّم بھی تھے کیونکہ آپ لوگوں کو دین پڑھاتے اور رات دن پڑھاتے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم جج بھی تھے کیونکہ آپ لوگوں کے جھگڑوں کا تصفیہ کرتے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی کے فرائض بھی سرانجام دیتے کیونکہ بلدیہ کے حقوق کی نگرانی وصفائی کی نگہداشت اور چیزوں کے بھاؤ کا خیال رکھنا یہ سب کام آپ کرتے، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقنّن بھی تھے کیونکہ آپ قرآن کریم کے احکام کے ماتحت لوگوں کو قانون کی تفصیلات بتاتے اور ان کا نفاذ کرتے، اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جرنیل بھی تھے کیونکہ آپ لڑائیوں میں شامل ہوتے اور مسلمانوں کی جنگ میں راہبری فرماتے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ بھی تھے کیونکہ آپ تمام قسم کے ملکی اور قومی انتظامات کا خیال رکھتے، پھر اس کے علاوہ اور بھی بیسیوں کام تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد تھے مگر آپ یہ سب کام کرتے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس محنت اور مشقت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اسے دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے آپ آدھی رات کے بعد اُٹھ بیٹھتے اور عبادت شروع کردیتے ہیں۔ اسی عبادت کے دوران میں فجر کی اذان ہوتی ہے اور آپ کو نماز کے لئے اطلاع ملتی ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے چلے جاتے ہیں۔ نماز پڑھا کر آپ مسجد میں ہی بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں جس کو کوئی ضرورت اور احتیاج ہو وہ بیان کرے۔ اس پر پہلے جن جن لوگوں کو رات کو کوئی خواب آیا ہوتا وہ بیان کرتے اور آپ تعبیریں بتاتے، اس کے بعد جنہیں کوئی دوسری حاجتیں ہوتیں وہ آپ کے سامنے اپنی حاجات بیان کرتے اور آپ مناسب مشورے دیتے۔ پھر صحابہ کو آپ قرآن کی تعلیم دیتے بعض کو حفظ کراتے اور بعض کو معانی بتاتے پھر مقدمات والے آجاتے اور آپ ان کے جھگڑوں کو سنتے اور فیصلہ کرتے۔ مقدمات سننے کے بعد ظہر کا وقت آجاتا ہے اور آپ کھانا کھانے اندر تشریف لے جاتے ہیں اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلتے ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، درس وتدریس ہوتا ہے، اسلامی ضروریات پر مشورے ہوتے ہیں، قانون کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں، افتاء کا کام کیا جاتا ہے اسی میں عصر کا وقت آجاتا ہے اور آپ عصر کی نماز پڑھانے کھڑے ہوجاتے ہیں پھر یا تو نصائح کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے یا فوجی مشقیں ہونے لگتی ہیں کیونکہ بالعموم عصر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فوجی مشقیں کراتے، کہیں تیر اندازی ہوتی، کہیں کُشتی ہوتی، کہیں گھُڑدوڑ ہوتی اسی طرح بِالعموم ظہر سے پہلے اور اشراق کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے جاتے اور بھاؤ وغیرہ معلوم کرتے اور دیکھتے کہ کہیں دکاندار دھوکا تو نہیں کر رہے یا لوگ دکانداروں پر تو ظلم نہیں کر رہے اور عصر کے بعد وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع ہوتا یا صحابہ کو فوجی مشقیں کرائی جاتیں اور انہیں جنگ کے لئے تیار کیا جاتا۔ گویا اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جرنیل کے فرائض سرانجام دیتے پھر مغرب کی نماز پڑھا کر کھانا کھا کر آپ مسجد میں آجاتے اور مجلس لگ جاتی پھر عشاء تک یا تو مقدمات کے تصفیے ہوتے یا شکایات سُنی جاتی ہیں یا تعلیم دی جاتی ہے اسی دوران میں عشاء کی نماز کا وقت آجاتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھ کر اور نوافل سے فارغ ہو کر آپ سوجاتے اور آدھی رات کے بعد پھر اُٹھ بیٹھتے اور اسی کام کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ غرض اس زندگی میں ایک منٹ بھی تو ایسا نہیں آتا جسے ہمارے ہاں گپیں ہانکنے کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے اور نہایت قیمتی وقت محض بکواس میں ضائع کردیا جاتا ہے کہ فلاں کا یہ حال ہے اور فلاں کا یہ اور اصل کام کی طرف توجّہ نہیں کی جاتی۔ اسی وقت کے اندر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اتنی توجّہ سے ادا کرتے تھے کہ ہر بیوی سمجھتی تھی کہ سب سے زیادہ مَیں ہی آپ کی توجہ کے نیچے ہوں۔ پھر بیوی بھی ایک نہیں آپ کی نو بیویاں تھیں اور نو بیویوں کے ہوتے ہوئے ایک بیوی بھی یہ خیال نہیں کرتی تھی کہ میری طرف توجّہ نہیں کی جاتی۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ساری بیویوں کے گھروں میں ایک چکر لگاتے اور ان سے ان کی ضرورتیں دریافت فرماتے۔ پھر بعض دفعہ خانگی کاموں میں آپ ان کی مدد بھی فرمادیتے۔ پس آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو فارغ ہو۔

سامعین! پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہم دیکھتے ہیں جو آپ کے ظلّ تھے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام کی یہ حالت ہوتی کہ ہم جب سوتے تو آپ کو کام کرتے دیکھتے اور جب آنکھ کھلتی تب بھی آپ کو کام کرتے دیکھتے اور باوجود اتنی محنت اور مشقّت برداشت کرنے کے جو دوست آپ کی کتابوں کے پروف پڑھنے میں شامل ہوتے آپ ان کے کام کی اس قدر، قدر فرماتے کہ اگر عشاء کے وقت بھی کوئی آواز دیتا کہ حضور! مَیں پروف لے آیا ہوں تو آپ چارپائی سے اُٹھ کر دروازہ تک جاتے ہوئے راستہ میں کئی دفعہ فرماتے جزاك الله۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی جزاك الله۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ حالانکہ وہ کام اس کام کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا جو آپ خود کرتے تھے۔ غرض اس قدر کام کرنے کی عادت ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں دیکھی ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیں حیرت آتی۔ بیماری کی وجہ سے بعض دفعہ آپ کو ٹہلنا پڑتا مگر اس حالت میں بھی آپ کام کرتے جاتے۔ سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو راستہ میں بھی مسائل کا ذکر کرتے اور سوالات کے جوابات دیتے۔

مَیں نے بار بار جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ سستی اور غفلت کو چھوڑے مگر مجھے افسوس ہے کہ جماعت نے ابھی تک اس پر عمل نہیں کیا۔ مائیں اپنے بچوں کو سست رکھنا پسند کرتی ہیں مگر یہ پسند نہیں کرتیں کہ ان پر کام کا بوجھ پڑے، باپ اپنے بچوں کو سست رکھنا پسند کرتے ہیں مگر یہ پسند نہیں کرتے کہ انہیں کام کی عادت ڈالی جائے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام نہ کرنے کی عادت ان میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس عادت کا دُور ہونا پھر بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ کوئی شخص ہندو تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا ایک دن کسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی لطیفہ کی بات ہوئی۔ اس پر وہ جھٹ کہنے لگا رام رام۔ رام رام۔ کسی نے کہا یہ کیا بات ہے تم تو مسلمان ہو تمہیں رام رام کی بجائے اللہ اللہ کہنا چاہئے تھا۔ وہ کہنے لگا اللہ اللہ داخل ہوتے ہی داخل ہو گا اور رام رام نکلتے ہی نکلے گا۔ پُرانی عادت پڑی ہوئی ہے اس لئے زبان سے رام رام ہی نکل جاتا ہے۔ تو سُستیاں اور غفلتیں اگر کسی قوم میں عادت کے طور پر داخل ہو جائیں تو اس قوم کو کم از کم یہ چاہئے کہ اپنی اولادوں کو اس لعنت سے بچائے مگر مجھے افسوس ہے کہ اب تک اپنی اولادوں کو سُستی اور غفلت سے بچانے کی طرف جماعت نے کوئی خاص توجّہ نہیں کی۔ اس تحریک میں مائیں روک بنتی ہیں، اس تحریک میں باپ روک بنتے ہیں، اس تحریک میں استاد روک بنتے ہیں حالانکہ اگر ماں باپ اور استاد بچوں کی نگرانی کر کے سُستی اور غفلت کی عادت اگلی نسل سے دُور کر دیں تو ان کا یہ کام جہادِ اعظم کے برابر حیثیت رکھے گا مگر مجھے افسوس ہے کہ اب تک یہ کام کرنے والے ہمیں میسّر نہیں آئے حالانکہ ہمیں ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے جنہیں کام میں لذّت آئے اور جو وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا (النّٰزعٰت:2) کا مصداق ہوں کہ جب کسی کام میں ہاتھ ڈالیں اس میں غرق ہو جائیں اور غرق ہو کر اس میں سے موتی نکال لائیں۔ مجھے تعجّب ہوا کہ کل ہی مَیں نے ایک کام کے لیے ایک دفتر کو تاکید کی اور کہا کہ چونکہ وہ اس کام میں کئی مہینوں سے سستی کرتے چلے آئے ہیں اس لئے اب وہ یہ کام ختم کر کے دفتر بند کریں چاہے دو دن انہیں رات دن دفتر کھلا رکھنا پڑے۔ اس کے جواب میں رات کے تین بجے مجھے ایک افسر کا رقعہ ملا جسے پڑھ کر ہنسی بھی آئی اور رونا بھی۔ ہنسی تو اس لئے کہ اُس نے لکھا فلاں شخص بھی میرے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے اسے تین بجے اٹھنے کی اجازت دی جائے حالانکہ اس کی غفلت کے نتیجہ میں کام خراب ہوا تھا مگر ذکر اس رنگ میں کیا گیا گویا اس کا کام کرنا بہت بڑا احسان ہے اور رونا مجھے اس لئے آیا کہ مَیں نے کہا تھا چاہے دو دن انہیں دن رات دفتر کھلا رکھنا پڑے کھلا رکھیں اور اس کام کو ختم کریں مگر مجھے لکھا گیا اب تو تین بج چکے ہیں اب ہم میں سے بعض کو جانے کی اجازت دی جائے۔ وہ تو نوجوان ہیں اور اس لحاظ سے انہیں کام زیادہ کرنا چاہئے مگر میری تو عمر ان سے زیادہ ہے صحت بھی کمزور ہے لیکن سال میں بیسیوں دن ایسے آتے ہیں جب رات کے تین تین چار چار بجے تک مجھے کام کرنا پڑتا ہے مگر انہیں یہی بات اچنبھا معلوم ہوئی کہ ایک دن انہیں رات کے تین بجے تک کام کرنا پڑا اور اس کے بعد انہیں ضرورت محسوس ہوئی کہ کام چھوڑنے کی اجازت لیں گویا ان کے نزدیک تین بجے کے بعد اگر کام کیا جائے تو موت ہی آ جاتی ہے۔ حالانکہ بیسیوں دن سال میں مجھ پر ایسے آتے ہیں جب مجھے چار چار بجے تک بیٹھ کر کام ختم کرنا پڑتا ہے اور اس میں بعض دفعہ مَیں اپنی بیویوں کو بھی شامل کر لیتا ہوں۔ ابھی آٹھ دن ہوئے رات کے وقت سخت گرمی تھی اور مَیں پسینہ میں شرابور تھا میری بیوی بھی بیمار تھیں مگر مَیں نے انہیں کہا کہ تم زائد رقعے پڑھ کر مجھے دیتی جاؤ اور بتاتی جاؤ کہ اس میں کیا لکھا ہے کیونکہ کام بہت سا اکٹھا ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں نے بیٹھ کر رات کے تین بجے تک کام ختم کیا اور سوتے ہوئے قریباً چار بج گئے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں کو ابھی کام کرنے کی عادت نہیں ورنہ اگر کام کرنے کی عادت ہو تو تین بجے تک کام کرنے کو اہمیت دینا تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص تنکا اٹھا کر ناچتا پھرے کہ مَیں نے کتنا بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔ ایسی کئی راتیں مجھ پر گزری ہیں جن میں مجھے صبح کی نماز تک کام کرنا پڑا ہے۔ کئی کتابیں مَیں نے ایسی لکھی ہیں جن میں بعض دوسرے دوست بھی میرے شریک تھے اور ہم صبح تک کام کرتے چلے گئے صبح کی نماز پڑھ کر پھر بیٹھ گئے اور رات تک کام کرتے رہے۔ پس کام کرنے سے گھبرانا ایک ایسی بات ہے جو میری سمجھ سے بالا ہے حالانکہ میری غرض تحریک جدید اور ان صیغوں کے

قائم کرنے سے ہے۔ہی یہ کہ لوگوں کو کام کرنے کی عادت ڈالی جائے اور نئی پود اتنا کام کرنے کی عادی ہو کہ وہ سمجھے ہی نہ کہ کام ہو تا کیا ہے۔یہی لعنت تو مَیں دُور کرنا چاہتا ہوں کہ اب چھ بج چکے ہیں، اب سات بج چکے ہیں، اب دس بج چکے اور ہمیں دفتر بند کر کے چلے جانا چاہئے۔

سامعین! پس ایک طرف جماعت کو مَیں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں اس کے تعاون کی ضرورت ہے۔ جو بچے گھروں پہ رہتے ہیں ان کے متعلق والدین کا فرض ہے کہ وہ انہیں کام پر لگائیں اور محنت اور مشقّت کی انہیں عادت ڈالیں۔ مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اگر نوجوانوں کا ایک حصّہ ایسا ہو جو سُست، کاہل اور غافل ہو تو انہیں دیکھ کر دوسرے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ پس انہیں جفاکش اور محنتی بناؤ اور اگر بیماریاں ان کی سستی کا باعث ہیں تو ان کا علاج کرو لیکن اگر بیماری کوئی نہ ہو اور انسان پھر بھی کاہل اور غافل ہو اور کام سے جی چرانے لگے تو ایسا انسان اپنے ملک کے لئے عار اور مذہب کے لئے ننگ کا موجب ہو تا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مَیں صدر انجمن کے دوسرے کارکنوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں تعہّد سے کام لیں اور محنت سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ ممکن ہے میری غلطی ہو لیکن میرا اندازہ ہے کہ ہم میں سے سب سے زیادہ محنت سے کام کرنے والے لوگ بھی اپنی طاقت سے تیسرا حصّہ کام کرتے ہیں اور جب اپنے میں سے سب سے زیادہ محنتی لوگوں کے متعلق مَیں یہ سمجھتا ہوں تو دوسرے لوگ سمجھتے ہیں ان کے کام کی ان کی طاقت کے مقابلہ میں کیا نسبت ہو گی۔ بہرحال میرا یہ اندازہ ہے کہ ہم میں سے محنتی شخص بھی اپنی طاقت سے تیسرا حصّہ کام کرتا ہے۔ کچھ تو اس طرح کہ وہ ہوشیاری سے کام نہیں لیتا اور آدھ گھنٹے کا کام گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں کرتا ہے اور کچھ اس طرح کہ جتنا وقت کام کے لئے دینا چاہئے اتنا وقت وہ نہیں دیتا اور اگر کارکن وقت بھی زیادہ دیں اور چستی سے بھی کام لیں تو مَیں سمجھتا ہوں موجودہ نسبت سے وہ تین گنے زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ اب خیال کرو اس وقت جتنے سلسلہ کے کارکن ہیں اگر وہ اس تعداد سے تین گنے زیادہ ہو جائیں تو کتنا کام ہونے لگے۔ لیکن اگر ہمارے موجودہ کارکن ہی اپنے دل میں زیادہ کام کرنے کا پختہ ارادہ کر لیں اور اس کے مطابق عمل کریں تو وہی صورت اب بھی پیدا ہو سکتی ہے اور دنیا کو بہت زیادہ کام دکھا سکتے ہیں۔ کتنی ہی تبلیغ بڑھ سکتی ہے، کتنی ہی تصنیف بڑھ سکتی ہے اور کتنی ہی تربیت بڑھ سکتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ تو کَدۡحًا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان اتنی محنت کرے کہ اس کے جسم میں ہزّال پیدا ہو جائے۔ یہ مت خیال کرو کہ جس قوم کے افراد میں ہزّال آجائے گا وہ تباہ ہو جائے گی۔ یہ یورپین لوگوں کا خیال ہے جس کی اسلام تائید نہیں کرتا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جس ہزّال کے ساتھ اخلاص ہو وہ ہزّال انسانی حوصلہ کو بڑھا دیتا ہے اور اسے کمزور نہیں رہنے دیتا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے اور اپنے تقویٰ وطہارت اور خدمتِ دین کی وجہ سے بہت مشہور ہیں دُبلے پتلے تھے مگر لڑائی کے کامیاب جرنیلوں میں سے ایک جرنیل سمجھے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کفّار کے ایک مشہور جرنیل سے ان کا مقابلہ ہو گیا وہ آدمی تھا ذہین اُس نے سوچا مَیں تلوار میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا یہ دُبلا پتلا اور پُھرتیلے جسم کا آدمی ہے تلوار کے وار میں کامیاب ہو جائے گا اس لئے اس نے داؤ کھیل کر ان کی کمر پر ہاتھ ڈال دیا اور جس طرح تنکا اُٹھایا جاتا ہے اسی طرح اُس نے اُنہیں اٹھا کر زمین پر پھینکا اور ان کے سینہ پر بیٹھ کر تلوار اٹھائی کہ ان کی گردن کاٹ دے۔ اتنے میں پیچھے سے ایک شخص نے جو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائیوں میں شامل ہو چکا تھا تلوار سے اس کافر کی گردن اُڑادی اور اس کا سر کاٹ کر مسلمانوں کے لشکر میں لے آیا۔ اسلامی لشکر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور لوگوں نے کہا تُو تو مرتد تھا تُو نے اپنے جرنیل کو کس طرح مار دیا؟ وہ کہنے لگا ارتداد کے بعد ہمیشہ میرے دل میں ندامت پیدا ہوتی اور مَیں اپنی حالت پر افسوس کرتا لیکن ساتھ ہی مَیں کہتا مجھ سے اتنا بڑا قصور ہوا ہے اب میری توبہ کہاں قبول ہو سکتی ہے یہاں تک کہ یہ دن آیا اور آج جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو اُس نے گرایا اور تلوار سے گردن کاٹنے لگا تو مجھے چونکہ اُن کی نیکی اور تقویٰ کا حال معلوم تھا میرے دل میں یکدم جوش آیا کہ کمبخت آج اگر تُو نے دین کی خدمت نہ کی تو اَور کونسا دن ہو گا جب تُو دین کی خدمت کرے گا دیکھ! اسلام کا ایک درخشندہ ستارہ غائب ہونے لگا ہے تُو کیوں آگے نہیں بڑھتا۔ یہ خیال جونہی میرے دل میں آیا مَیں نے جھٹ تلوار نکال کر اس کافر کی گردن اڑادی اور ساتھ ہی خیال آیا کہ اب میری توبہ بھی قبول ہو جائے گی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر جسمانی طور پر ہزّال رکھتے تھے مگر اپنے ایمان اور اخلاص کی وجہ سے ایک کامیاب جرنیل سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور جرنیل تھے مگر دُبلے پتلے اور چھوٹے قد کے آدمی تھی۔ چنانچہ ایک ضرب المثل ہے کہ کُلُّ قَصِیۡرٍ فِتۡنَۃٌ اِلَّا عَلِیٌّ۔ ہر چھوٹا قد رکھنے والا انسان فتنہ ہو تا ہے۔ یعنی بڑا متفنّی ہو تا ہے مگر حضرت علیؓ باوجود چھوٹا قد رکھنے کے ایسے نہیں تھے۔ اور حضرت عمرؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ کُلُّ طَوِیۡلٍ أَحۡمَقٌ إِلَّا عُمَرُ ہر لمبا انسان احمق ہو تا ہے مگر حضرت عمرؓ باوجود لمبا ہونے کے ایسے نہ تھے۔ یہ تو ایک مثال ہے اور عام طور پر ایسا ہو بھی جاتا ہے کیونکہ بعض قدوں کے ساتھ بعض باتیں وابستہ ہوتی ہیں لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؓ جو ایک مشہور جرنیل تھے دُبلے پتلے اور چھوٹے قد کے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ تم اپنے جسموں کی حفاظت کر کے اور بناؤ سنگھار کر کے خدا تعالیٰ کو حاصل نہیں

کر سکتے بلکہ جب محنتیں اور مشقتیں تمہارے جسم کے اندر داخل ہو کر تمہیں گھائل کر دیں اور تم میں ہزّال نظر آنے لگے اس وقت تم خدا تعالیٰ کے حضور پہنچو گے اور تمہارے دائیں ہاتھ میں تمہارے اعمال کا کاغذ دیا جائے گا اور کہا جائے گا اب تمہیں محنتوں کا ثمرہ ملنے والا ہے۔ جاؤ! بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ مگر یہ نہیں کہ بہشت میں آرام مل جائے گا بلکہ بہشت میں بھی کام کرنا پڑے گا۔ آرام کا لفظ اس جگہ ان معنوں کے لحاظ سے مَیں نے استعمال کیا ہے جو عام طور پر اس کے لوگ سمجھتے ہیں کہ کوئی کام نہ ہو اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر انسان بیٹھا رہے اس قسم کا آرام بہشت میں بھی نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہشت کام کی جگہ ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بہشت میں نکمّا بیٹھا رہنا ہو گا وہ غلط سمجھتے ہیں۔ غرض انسان کے لئے آرام اور حقیقی راحت کام میں ہی ہوتی ہے نکمّے پن میں نہیں ہوتی اور مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کو محنت اور مشقّت سے کام کرنے کی عادت ڈالیں ورنہ میرے ساتھ ان کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے ایک عرصہ تک سلسلہ کے دفاتر میں دخل نہیں دیا اور جب میرے پاس لوگ شکایات لاتے تو مَیں انہیں کہتا کہ متعلقہ دفاتر میں جاؤ۔ اس سے میری غرض یہ تھی کہ جماعت کو سلسلہ کے نظام کی پابندی کی عادت ڈالی جائے اور مَیں سمجھتا ہوں نہایت نیک نیتی سے مَیں نے ایسا کیا اور اب بھی سمجھتا ہوں کہ مَیں نے جو کچھ کیا وہی صحیح طریقِ عمل تھا لیکن مَیں سمجھتا ہوں اب وقت آگیا ہے کہ مَیں کارکنوں کی سستی اور غفلت دور کرنے کے لئے ان کے کاموں میں دخل دوں۔ خصوصاً تحریک جدید کے کارکنوں کو یہ امر مدِّ نظر رکھنا چاہئے کہ مَیں ان کے متعلق ہرگز کسی قسم کا لحاظ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میرے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک کو جواب دے دوں بجائے اس کے کہ اس کی سستی اور غفلت کا سو یا دو سو لوگوں پر اثر پڑے۔ اسی طرح اگر ایک مبلغ محنت سے کام نہیں لیتا تو وہ ہزاروں جاہلوں کو ہلاک کرنے کا موجب بنتا ہے۔ پس بہتر ہے کہ اس کو الگ کر دیا جائے بجائے اس کے کہ ہزاروں جانوں کی ہلاکت برداشت کی جائے۔ اسی طرح اگر ایک مدرّس طالب علموں کی فکر نہیں کرتا، ایک افسر اپنے ماتحتوں کی نگرانی نہیں کرتا تو یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس کو الگ کر دیا جائے اور وہ ہزاروں جانیں جو اس کی وجہ سے نقصان اٹھا رہی ہیں انہیں بچا لیا جائے۔ لیکن اگر میری یہ کوشش محدود ہو تحریک جدید کے کارکنوں تک یا محدود ہو سلسلہ کے افسروں اور کارکنوں تک یا قادیان کے لوگوں تک تو بھی اس کا کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ آٹے میں نمک کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس زیادہ تر میرے مخاطب جماعت کے وہ لوگ ہیں جو باہر رہتے ہیں اور جو اپنے گھروں پر اپنے بچوں کو رکھتے ہیں۔ ایسے بچے بہت بڑی تعداد میں ہیں اور مَیں اپنی جماعت سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کو محنت سے کام کرنے کی عادت ڈالے گی یہاں تک کہ ان کا کوئی منٹ ایسا نہ ہو جو فارغ ہو اور جسے وہ فضول ضائع کر سکیں۔ یاد رکھو! جس قوم کو ذلّت اور رسوائی پہنچ رہی ہو اس قوم کے موٹے جسم اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

بچوں کو سست بنانے میں عورتوں کا بہت حد تک دخل ہوتا ہے اگر اس قسم کے خطبات وہ سنیں تو گو عورتیں تعلیم میں بہت پیچھے ہیں مگر اخلاص سے کام لے کر وہ بہت سے نقائص کا ازالہ کر سکتی ہیں۔ مردوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور نہ صرف اپنی اولادوں کو بلکہ اپنے بھائیوں کی اولادوں اور اپنے ہمسائیوں کے بچے کو بھی محنتی اور جفاکش بنانے کی کوشش کریں اور یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کا وصال کَدِّ کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب انسان کَدّ کرتا ہے تو نفس دُبلا ہونا اور روح موٹی ہونی شروع ہو جاتی ہے لیکن کَدّ کے بغیر نفس موٹا ہو جاتا اور روح دُبلی ہو جاتی ہے۔ مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور ہر قسم کی سُستیاں، عجز اور کسل اس سے دور فرما دے اور اپنے فضل سے اسے محنت، مشقّت اور جفاکشی سے کام کرنے کی عادت ڈالے اور اس کَدّ کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہمارا ربّ ہمیں مل سکتا ہے۔"

(الفضل 30/ اپریل 1936ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

✿✿✿✿